

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (سورة البقرة، آیت 286)

﴿اللہ کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتا ہے۔﴾ (کنز الایمان)

اور ایک مقام پر ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (سورة الحج، آیت 78)

﴿اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔﴾ (کنز الایمان)

ایک جگہ یوں فرمایا گیا:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا﴾ (سورة النساء، آیت 28)

اللہ چاہتا ہے کہ تم پر آسانی کرے اور آدمی کمزور بنایا گیا ہے۔ (کنز الایمان)

مذکورہ بالا ان چند آیات کے علاوہ بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں آسانی پر مبنی احکامات کا ذکر ہے۔ مثلاً (۱) حج کی فرضیت بشرط استطاعت (۲) خطا قتل کی صورت میں حکم دیت (۳) کفارہ ظہار میں تین اختیارات (۴) کفارہ یمین میں نرمی (۵) مقروض کی تنگدستی اور مجبوری پر قرض دینے والے کو حکمِ رفق (۶) اضطراری حالات میں وسعت اور بہت سی ممنوعہ اشیاء کے بقدر ضرورت استعمال کو جائز قرار دیتا ہے۔ اور (۷) جس تدریجی انداز میں شراب کو ممنوع کیا گیا، وہ اسلام کے آسان طریقہ کی بڑی واضح دلیل ہے۔

## ۱۔ دورِ حاضر:

سائنس، ٹیکنالوجی اور تحقیق و دانش کے عروج و ارتقا کا اکائیڈمک دور ہے، انٹرنیٹ نے پوری دنیا کو ایک گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے، لائبریری کی کروڑوں کی کتابوں کو ایک پین ڈرائیو میں ڈاؤن لوڈ کیا جاسکتا ہے اور ہزاروں کلو میٹر کے مہینوں کا سفر چند گھنٹوں میں طے کرنا سائنس اور ٹیکنالوجی نے سہل الحصول بنا دیا ہے۔

سائنسی ایجادات، جدید ٹکنالوجی، سیل فون، لیپ ٹاپس، کمپیوٹرز اور دیگر سائنسی آلات کی بدولت کاروبار، صحت، تعلیم، خریداری، سفر، آمدورفت اور زندگی کی دیگر ضروریات کے سارے کام سمٹ کر ایک بٹن کی کلک سے پایہ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں، سائنسی ترقی نے ہر قدم پر گھر بیٹھے اپنی من پسند چیزوں کی خریداری کو آسان ترین بنا دیا ہے۔

اس اعتراف کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اس سائنس و ٹکنالوجی کے دور میں ”انسانی خواہشات بڑھ رہی ہیں اور انسانیت گھٹ رہی ہے“ تہذیب ختم ہو رہی ہے، اس کا مثبت استعمال جہاں انسانی ضروریات کی تکمیل میں سہولتیں فراہم کر رہا ہے۔ وہیں اس کا منفی اور نیکیو استعمال آبادی، تمدنی، تہذیبی، معاشرتی اور انسانی رشتوں کے تقدس و پاکیزگی کے لئے خطرناک اور بھیانک ہے، ہیروشیما، ناگاساکی، عراق، لیبیا وغیرہ انسانی آبادی کی روئیدگی اور تابندگی کو پلک جھپکتے ہی موت کے سناٹوں میں تبدیل کر دینا جس کے ایٹمی استعمال اور تباہی و بربادی کی معمولی جھلکیاں ہیں۔

دورِ حاضر میں: بالعموم دنیا بھر کی تمام تہذیبیں خاص کر عرب اور مسلمان ممالک غیر معمولی عددی اکثریت اور مالی تغلب کے باوجود

دینی، علمی، اخلاقی، معاشرتی انحطاط، اقتصادی اور سیاسی طور پر بے وزنی کے شکار ہیں، مالی بے اعتدالی، اپنوں سے بے رخی، اقوام عالم پر بے انتہا نوازشات، دہائی میں مندر اور حرمین شریفین میں سینما ہال کی تعمیر، سعودی عرب میں گانا بجانا، سینیما گھر، فیملی تفریحی صنعت کی ترقی اور حریفان اسلام کی خوشنودیوں ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں ایسے ایسے دلدوز، درد انگیز اور بھیانک حالات پیدا ہو رہے ہیں جن کے عواقب و نتائج کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے، غیب داں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی حالات کی نشاندہی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

”عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: لَتَبْعَنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شَبْرًا بِشَبْرٍ أَوْ ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتَّى لَوْ دَخَلُوا الْجَحْرَ صَبَّ تَبِعْتُمُوهُمْ. قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى قَالَ: فَمَنْ؟ (رواہ البخاری و مسلم)

ضرورت مگلی امتوں کے طریقوں کی پیروی کرو گے بالشت برابر بالشت اور ذراع برابر ذراع (یعنی ان کے قدم بہ قدم چلو گے) یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوں گے تو تم بھی تم ان کی پیروی کرتے ہوئے اس میں داخل ہو جاؤ گے۔ عرض کیا گیا کہ اے خدا کے رسول ﷺ کیا یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا تو اور کون؟ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

رسول اللہ نے اس پیشین گوئی کے ذریعہ بڑے مؤثر انداز میں مسلمانوں کو خبردار اور ہوشیار کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی غلط کاریوں سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی فکر کریں۔ دوسری حدیث میں آقا ﷺ نے فرمایا کہ ”میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں میں فتنے ایسے آرہے ہیں جیسے بارش کے قطرے برستے ہیں۔“

دور حاضر میں جدید ٹیکنالوجی اور سائنس پر ایسے عناصر کا غلبہ و قبضہ ہے جو مذہب بیزار ہی نہیں بلکہ جن کو تہذیب و تمدن کا دشمن کہنا زیادہ مناسب ہے، تہذیب و تمدن کے خلاف ”تلذذ کے حصول“، نفس امارہ اور نفسانی خواہشات کو ہوا دینے والے آن لائن بہت سارے ایپ موجود ہیں، فیس بک اور واٹس ایپ، یوٹیوب، ویڈیو اور لائیو شو کے ایسے ایسے بیجان انگیز تصویر سازی کے رنگین اور سنگین مناظر ڈاؤن لوڈ ہیں کہ الامان والحفیظ۔ جن کے دید، مشاہدہ اور تصور سے مزہ آتا ہے، SMS میں رنگین تصویر کا مزہ نہیں ہے، خطوط میں تصویر کشی کی لذت نہیں ہے اس لئے اس کی مقبولیت نہیں ہے۔

ہر کسی کو اپنا اور دوسروں کا سراپا اچھا لگتا ہے (الاماشاء اللہ) خام اور ناپختہ ذہنوں میں تصویر کشی، سیلفی کا شوق، ویڈیو سازی، تصویر سازی، خود نمائی کا جنون پیدا کر کے معاشرتی تہذیب اور پاکیزہ تمدنی رشتوں کے تقدس کی پامالی اور بھی زیادہ خطرناک ہے جو جدید ٹیکنالوجی کے غلط استعمال ”تلذذ“ اور ”واٹھما اکبر من نفعھا“ کے قبیل سے، نفس امارہ کے خواہشات کی تعمیل کا حصہ ہے۔

دعوت و تبلیغ کے میدان میں ہماری ناکامی کی بڑی وجہ جدید ٹیکنالوجی سے دوری ہے، ہم نے الیکٹرانک میڈیا کے مذاکرات، دینی معلومات، کلچرل تقاریب، تقابل ادیان اور ڈی بیٹ کو نام نہاد علمایا اسلامک اسکالرس پر چھوڑ دیا ہے جن میں علوم کتاب و سنت سے بے بہرہ، ورع و تقویٰ سے دور، تہذیب و تمدن سے عاری آزاد خیال افراد اور بے پردہ عورتیں حصہ لیتی ہیں، مذاہب کی بے حرمتی اور ان کی بیہودگی پر ناظم (Host) کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا، بے نتیجہ بحث و تکرار، سوال و جواب کا لا حاصل سلسلہ اسی منفی استعمال کی کڑیاں ہیں۔

جدید ٹیکنالوجی اور سائنس کے منفی استعمال کی مضرت رسانیوں نے مسلمانوں کے علمی اور عملی دونوں جہتوں پر اثر ڈالا ہے، جس کی وجہ سے علمی اور فکری طور پر وحدت ادیان، تعقل پرستی، الحاد و بے دینی، کفر و شرک، رافضیت، خارجیت اور استشراق وغیرہ کے اثرات عام ہیں اور عملی طور پر فرائض سے دوری، زنا، شراب نوشی، سود خوری، رشوت ستانی، بے حیائی، عریانی، رقص و سرود، ظلم و استبداد، کذب و افتراء، بدعہدی و بد معاملگی اور استحصال وغیرہ میں آج امت کی اکثریت گرفتار ہے الا ماشاء اللہ۔ اسلام کی شبیہ بگاڑنا، مذہب سے یقین ختم کرنا اور خاص کر مسلمانوں کے دل و دماغ میں اسلام کے قطعی الدلائل مسائل پر کنفیوژن، شکوک و شبہات اور الحاد و بیدینی پیدا کر کے احساس کمتری کا زہر گھولنا جس کی خصوصی ترجیحات میں شامل ہیں۔

آج علمی تحقیقات کے نام پر اسلامی خوبیوں پر کیچڑ اچھالنا، اس کے روشن چہرے کو مسخ کرنا، مظلوم مسلمانوں کو چور، ڈاکو، بد معاش، وحشی اور خنزیر قوم باور کرانے کے لئے دہشت گردی کا لیبل لگانا اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ الغرض عقائد و نظریات میں تزلزل پیدا کرنا، اخلاقی اقدار، تقالید و روایات، تراث و روایات کی افادیت اور طریقوں کو مشکوک بنانا، عبادات و عملیات اور اسلام کی عظمت رفتہ کو مٹا کر احساس کمتری کا شکار بنانا، خود اعتمادی ختم کر کے ذہنی و فکری آوارگی اور آپسی انتشار پیدا کرنا مقصود ہے۔

ہمارے انتشار کے ذمہ دار داخلی عوامل بھی کم خطرناک نہیں، مسئلہ امکان کذب باری کے ذریعہ شان الوہیت کی تنقیص، علم غیب اور ختم نبوت پر حملہ، عظمت رسالت کی توہین وغیرہ اسلام کی تبلیغ و دعوت کے نام پر مختلف جماعتوں اور تنظیموں کا اسلامی اقدار و آثار سے الجھنا، تقدیس الوہیت، عظمت رسالت اور وقار اولیاء امت کو مشکوک بنانا، ان کی سازشوں کی وجہ سے مسلمانوں کا مختلف خانوں میں بٹنا، ایک گھر میں رہنے والے باپ بیٹے، ماں بیٹی، میاں بیوی، بھائی بہن کا ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہو جانا اور جو گھر پہلے اتحاد و اپنائیت کا جنت و گہوارہ تھا اب اختلاف و بے گانگی کے شعلوں کی لپیٹ میں ان کا انکاروں کا ڈھیر بن جانا، کل تک جو شہر جشن چراغان کی جگمگاہٹ سے بقتعہ نور بن جاتے تھے آج اس میں کفری عبارات اور باطل نظریات سے اپنی روسیاهی و بد باطنی کا مظاہرہ کیا جانا سنگین مسائل ہیں۔

ان سب نظریات کے حامل فرقوں کا تعلق اسلام دشمن ان طاقتوں سے مربوط ہے جن کا ٹارگیٹ اور مقصد ذات الہی، قرآن کے منزل من السماء اور اسلام کے من عند اللہ ہونے کے انکار کی طرف لے جاتا ہے۔ جاہل مسلمانوں، پیروں، دعا تعویذ والوں کی خلاف شرع حرکات اور بد عملیاں اس پر مستزاد۔

دور حاضر میں جدید ٹیکنالوجی اور سائنسی آلات نے اندرونی اور بیرونی سطح پر دشمنان اسلام اور ان گمراہ فرقوں کے افکار و نظریات کی دنیا بھر میں اشاعت کو آسان بنا دیا ہے، ایسے میں عام مسلمان الجھن کا شکار ہے کہ دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ اس مقالہ کے ذریعہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس منصوص طریقہ کے نشاندہی کی کوشش کی گئی ہے۔

## ۲۔ دینِ اسلام:

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر آبادی اور ہر قوم کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کو واضح ہدایات اور تعلیمات کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اپنے محبوب نبی آخر الزماں سید المرسلین حضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ﷺ پر عربی زبان میں قرآن نازل کیا جو ہدایت کی آخری الہامی کتاب ہے اور اسلام اللہ کا آخری دین۔ اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ کی نو تاریخ، یوم عرفہ کو میدانِ عرفات میں خطبہ حجۃ الوداع کے دوران قرآن مقدس کی آخری آیت کے ذریعہ دینِ اسلام اور وحی الہی کی تکمیل کا اعلان فرما کر خاتم الرسل، رحمت عالمیاں، نبی آخر الزماں ﷺ پر ختم نبوت کی مہر لگا دی۔ ارشاد ہوا:

اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا۔ (المائدہ: ۳۵)

آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی، اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل کر کے دینِ اسلام کو مکمل ہی نہیں کیا جو دینی و دنیاوی دونوں جہان کی کامیابی کے لئے تمام انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے، بلکہ اپنے حبیب صلی اللہ کو بشارت دینے والا، ڈرسانے والا، ہادی و رہ نما بھی بنایا، تاکہ کرۂ ارض کی انسانی آبادیوں اور بستیوں میں ان کو دیکھ کر لوگ ہدایت حاصل کر سکیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا اَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ط اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ

(الرعد: ۷)

”اور کافر کہتے ہیں ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری تم تو ڈرسانے والے ہو اور ہر قوم کے

ہادی۔“ (کنز الایمان)

اللہ جل مجدہ کا کلام قرآن کریم، کامل قانون اور غیر متبدل ہے جس کا ایک نقطہ اور شوشہ بھی نہیں بدلا جاسکتا جو اسلام کے اصول و عقائد اور بنیادی تعلیمات پر مشتمل ہے، کتاب اللہ کو علما کی اصطلاح میں ”وحی متلو“ یعنی جس وحی کی تلاوت کی جاتی ہے اور سنت رسول ﷺ کو ”وحی غیر متلو“ کہا جاتا ہے یعنی وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی جس میں عموماً صرف مضامین القا کیے گئے، مضامین کی تعبیر کے لیے الفاظ کا انتخاب آپ ﷺ نے خود فرمایا۔ احادیث میں قرآنی اجمال کی تفصیل اور جزئی مسائل کی تشریح ہے، ارشاد باری ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ (۳) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (النجم: ۳، ۴)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے مگر وہ جو انہیں وحی کی جاتی ہے (کنز الایمان)

نیز ارشاد خداوندی ہے:

اِنْ اَتَّبِعِ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (الاحقاف: ۹)

میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں ہی صاف ڈرسانے والا۔ (کنز الایمان)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا إِنِّي بِغُرُورٍ هَذَا أَوْ بَدَّلَهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ (يونس: 15)

اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہنے لگتے ہیں جنہیں ہم سے ملنے کی امید نہیں کہ اس کے سوا اور قرآن لے آئیے یا اسی کو بدل دیجیے تم فرماؤ مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ (کنز الایمان)

”اَوْتِيَتْ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ“۔ (مسند احمد، حدیث مقدم بن معدی کرب، حدیث نمبر: 16546)

”مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس جیسی تعلیمات بھی“

اس حدیث میں قرآن کریم سے مراد وحی متلو ہے اور دوسری تعلیمات سے مراد وحی غیر متلو ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے ہادی و رہنما اور معلم کتاب و حکمت بنا کر مبعوث کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (آل عمران 164)

تحقیق اللہ تعالیٰ کا مومنین پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیج دیا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انھیں پاک کرتا ہے، کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور بلاشبہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ذات رسالت کو معلم و مربی کے ساتھ انسانوں کی ہدایت کے لئے نمونہ عمل بھی بنایا، ارشاد الہی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (الاحزاب ۲۱)

بے شک تمہیں رسول اللہ ﷺ کی پیروی بہتر ہے اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔ (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ کے الفاظ اساتذہ و معلمین، علما و مشائخ اور وارثین انبیاء سے اتباع رسول کا تقاضا کرتے ہیں کہ وہ سماج کے لئے نمونہ عمل، بااخلاق اور بلند کردار کے مالک بنیں، یہ آیت خاص موقع پر نازل ہوئی لیکن اس کا حکم عام ہے کہ سیرت طیبہ کی پیروی ہی تمام امت کے لئے نمونہ عمل ہے جو شخصیات سیرت طیبہ کے نمونہ ہیں ان کی پیروی دراصل رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعدد مقامات پر اطاعت و اتباع کے مختلف الفاظ سے نبی اکرم ﷺ کی ذات کو مرجع بنایا ہے اور اس کی پیروی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد

فرمایا ہے:

”وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا- وَاتَّقُوا اللَّهَ- إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ“  
(حشر: ۷) اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کی اتباع کو اپنی محبت کا باعث بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:  
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ- وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ  
(آل عمران: ۳۱)

اے حبیب! فرما دو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

معلوم ہوا زندگی کی حقیقی کامیابی تاجدارِ رسالت ﷺ کے نقش قدم کی پیروی میں ہی ہے، ہمارا جینا مرنا، سونا جا گنا سب عبادت بن جائے اگر ہم اسوۂ رسول ﷺ کے مطابق زندگی گذاریں۔ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ کے حاضر باش، صحبت سے مشرف ہونے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ سے تزکیہ اور کتاب و حکمت کی تعلیم و تربیت پائی، کسب فیض کیا اور آپ ﷺ کی پیروی کی، جس کی وجہ سے رہتی دنیا تک ان کا وجود مسعود مینارۂ نور قرار پایا۔

حضور اقدس ﷺ کی پیروی کرنے والے ان صالحین اور اولیاء اللہ کی صحبت و محبت اور اطاعت و اتباع سے جو فیض حاصل ہوتا ہے جو تسکین ملتی ہے اور جو تزکیہ ہوتا ہے وہ اور کسی بھی طریقہ میں ممکن نہیں۔ اس کو چھوڑ کر تسکین قلب، اطمینان باطن اور تزکیہ نفس کا تصور نہیں کیا جاسکتا، یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ایمان والے صالحین کا راستہ ہے۔

وحی غیر متلو یعنی قول رسول ﷺ قانون حیات ہے اور رسول اللہ ﷺ کا حال اور سیرت طیبہ اسوۂ حسنہ دونوں شعبے صحابہ کرام کے ذریعہ آگے بڑھتے رہے، ان مقدس داعیان اسلام اور مبلغین سیرت طیبہ میں حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضیٰ، ابوذر، سلمان فارسی، ابو عبیدہ، ابو درداء، ابو ہریرہ وغیرہم اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سرفہرست ہیں۔ ان صحبت و تربیت یافتہ اور حاضر باش اصحاب رسول ﷺ کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْطًا فَازْرَعَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سَوَاقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيُغَيِّظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ- وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا  
(الفتح: 29)

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں، اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل، تو انہیں دیکھے گا کوع کرتے سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے، ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے، یہ ان کی صفت توریت میں ہے، اور ان کی صفت انجیل میں، جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھانکا لاپھرا سے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں، اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔ (کنز الایمان)

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لانے کا حکم دیا، آپ ﷺ کی ذات کو نمونہ عمل اور آپ ﷺ کا ادب اور آپ ﷺ کی تعظیم و محبت کو ضروری قرار دیا، حضور اقدس ﷺ کے ادب و احترام اور تعظیم و توقیر کے بارے میں ارشاد الہی ہے:

لَتَتَّوَمَّنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتَعَزَّزُوا وَتُوقِرُوا ۖ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً ۙ وَآصِيْلًا (الفتح: ۹)

ترجمہ: تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پائی بولو (کنز الایمان)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اقدس ﷺ سے بے پناہ محبت، بے حد تعظیم اور بے مثال ادب و احترام کرتے تھے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ:

تمام مخلوق پر حضور اقدس ﷺ کی اطاعت واجب ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

دین و ایمان محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کا نام ہے، جو ان کی تعظیم میں کلام کرے اصل رسالت کو باطل و بیکار کیا چاہتا ہے۔ (فتاویٰ

رضویہ، ۱۵/۱۶۸)

حضور اقدس ﷺ کی ہر وہ تعظیم جو خلاف شرع نہ ہو، کی جائے گی کیونکہ یہاں تعظیم و توقیر کے لئے کسی قسم کی کوئی قید بیان نہیں کی گئی، اب وہ چاہے کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا ہو یا کوئی دوسرا طریقہ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی ایک مشہور و معروف کتاب ”تمہید ایمان“ میں سورۃ فتح کی مذکورہ بالا دو آیات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مسلمانوں سے ایک درخواست کی ہے، اس کی اہمیت کے پیش نظر یہاں اس کا کچھ حصہ ملاحظہ ہو، چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

مسلمانوں سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک درخواست:

پیارے بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کو اور آپ کے صدقے میں اس ناچیز، کثیر السنّیات کو دین حق پر قائم رکھے اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ

ﷺ کی سچی محبت، دل میں سچی عظمت دے اور اسی پر ہم سب کا خاتمہ کرے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:



إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا وَ مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا (۸) لِّتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَ رَسُولِهِ وَ تَعَزَّزُوا وَ تَوْقَرُوا وَ تَسْبِّحُوا بُكْرَةً وَ آصِيلًا (الفح: ۸، ۹)

اے نبی! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سنانا، تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

مسلمانو! دیکھو دین اسلام بھیجنے، قرآن مجید اتارنے کا مقصد ہی تمہارے مولیٰ تبارک و تعالیٰ کا تین باتیں بتانا ہے:

اول یہ کہ لوگ اللہ و رسول پر ایمان لائیں۔ دوم یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کریں۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رہیں۔

مسلمانو! ان تینوں جلیل باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو، سب میں پہلے ایمان کو فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب ﷺ کی تعظیم کو، اس لئے کہ بغیر ایمان، تعظیم بکار آمد نہیں، بہتیرے نصاریٰ (یعنی بہت سے عیسائی ایسے) ہیں کہ نبی ﷺ کی تعظیم و تکریم اور حضور پر سے دفع اعتراضات کافران لیم (یعنی کینے کافروں کے اعتراضات دور کرنے) میں تصنیفیں کر چکے، لکچر دے چکے مگر جبکہ ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں کہ یہ ظاہری تعظیم ہوئی، دل میں حضور اقدس ﷺ کی سچی عظمت ہوتی تو ضرور ایمان لاتے، پھر جب تک نبی ﷺ کی سچی تعظیم نہ ہو عمر بھر عبادت الہی میں گزارے سب بیکار و مردود ہے، بہتیرے (یعنی بہت سے) جوگی اور راہب ترک دنیا کر کے، اپنے طور پر ذکر و عبادت الہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر از انجا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم نہیں، کیا فائدہ؟ اصلاً قابل قبول بارگاہ الہی نہیں۔ اللہ عز و جل ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

”وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا“ (فرقان: ۲۳)

جو کچھ اعمال انہوں نے کئے، ہم نے سب برباد کر دیے۔ ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

”عَامِلَةٌ ثَّابِتَةٌ (۳) تَصَلِّي نَارًا حَامِيَةً“ (غاشیہ: ۳، ۴)

عمل کریں، مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہو گا یہ کہ بھڑکتی آگ میں پیٹھیں گے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی۔

مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم مدار ایمان، مدار نجات، مدار قبول اعمال ہوئی یا نہیں، کہو ہوئے اور ضرور ہوئے۔ تمہارا رب

عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَ أَبْنَاؤُكُمْ وَ إِخْوَانُكُمْ وَ آزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيرَتُكُمْ وَ أَمْوَالٌ نِ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسْكِنٌ تَرْضَوْنََهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُولِهِ وَ جِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرٍ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (توبہ: ۲۴)

اے نبی! تم فرما دو کہ اے لوگو! اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیبیاں، تمہارا کنبہ تمہاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہاری پسند کے مکان، ان میں کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار رکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب اتارے

اور اللہ تعالیٰ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جسے دنیا جہان میں کوئی معزز، کوئی عزیز، کوئی مال، کوئی چیز، اللہ و رسول سے زیادہ محبوب ہو وہ بارگاہِ الہی سے مردود ہے، اُسے اللہ اپنی طرف راہ نہ دے گا، اُسے عذابِ الہی کے انتظار میں رہنا چاہئے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی۔

تمہارے پیارے نبی ﷺ فرماتے ہیں: ”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ“ تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اُسے اس کے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس بن مالک انصاری رَضِيَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہے۔ (بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان، ۱/ الحدیث: ۱۵، مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب محبۃ رسول اللہ ﷺ... الخ، ص ۴۲، الحدیث: ۷۰: ۴۴) اس نے تو یہ بات صاف فرمادی کہ جو حضور اقدس ﷺ سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے، ہرگز مسلمان نہیں۔

مسلمانو! کہو! محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام جہان سے زیادہ محبوب رکھنا مدارِ ایمان و مدارِ نجات ہو یا نہیں۔ کہو ہوا اور ضرور ہوا۔ یہاں تک تو سارے کلمہ گو خوشی خوشی قبول کر لیں گے کہ ہاں ہمارے دل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی عظیم عظمت ہے۔ ہاں ہاں ماں باپ اولاد سارے جہان سے زیادہ ہمیں حضور کی محبت ہے۔ بھائیو! خدا ایسا ہی کرے مگر ذرا کان لگا کر اپنے رب کا ارشاد سنو۔

تمہارا رب عزَّ وَّجَلَّ فرماتا ہے:

الَّذِينَ أَحْسَبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا إِيْمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ (عنکبوت: ۱، ۲)

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لائے، اور ان کی آزمائش نہ ہوگی یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کر رہی ہے کہ دیکھو کلمہ گوئی اور زبانی اِدْعَائے مسلمان پر تمہارا چھٹکارا نہ ہوگا۔ ہاں ہاں سنتے ہو! آزمائے جاؤ گے، آزمائش میں پورے نکلے تو مسلمان ٹھہرو گے۔ ہر شے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی واقعی ہونے کو درکار ہیں وہ اس میں ہیں یا نہیں؟ ابھی قرآن و حدیث ارشاد فرما چکے کہ ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں:

(۱)..... محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم۔

(۲)..... اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔

تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کریں، اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام و نشان نہ رہے، فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، اُن کی صورت اُن کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، اُلفت کا پاس کرو، نہ اس کی مَوَلَوِیَّت، شَیْئِیَّت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر میں یہ جو کچھ تھا

محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی غلامی کی بناء پر تھا جب یہ شخص انھیں کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا، اس کے جُتے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے (یعنی بہت سے) یہودی جبے نہیں پہنتے؟ عمامے نہیں باندھتے؟ اس کے نام علم و ظاہری فضل کو لے کر کیا کریں، کیا بہتیرے پادری، بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم و فنون نہیں جانتے اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی، اُس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی بنا لی، یا اسے ہر برے سے بدتر برانہ جانا، یا اسے برا کہنے پر برامانا، یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پرواہی منائی، یا تمہارے دل میں اُس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ! اب تمہیں انصاف کر لو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے، قرآن و حدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئے۔

مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگوئی و قہر کی وقعت کر سکے گا اگرچہ وہ اُس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو، کیا جسے محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا اگرچہ اس کا دوست، یا برادر، یا پسر ہی کیوں نہ ہو، للہ! اپنے حال پر رحم کرو اپنے رب کی بات سنو، دیکھو وہ کیوں کرتے ہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے، دیکھو رب عز و جل فرماتا ہے:

”لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ (ہجادلہ: ۲۲)

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے، سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

اس آیت کریمہ میں صاف فرما دیا کہ جو اللہ یا رسول کی جناب میں گستاخی کرے، مسلمان اُس سے دوستی نہ کرے گا جس کا صریح مفاد ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے گا وہ مسلمان نہ ہوگا۔ پھر اس حکم کا قطعاً عام ہونا بال تصریح ارشاد فرمایا کہ باپ، بیٹے، بھائی، عزیز سب کو گنا یا یعنی کوئی کیسا ہی تمہارے زعم میں مُعَظَّم یا کیسا ہی تمہیں بالطبع محبوب ہو، ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اُس سے محبت نہیں رکھ سکتے، اس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ رہو گے۔ مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ کا اتنا فرمانا ہی مسلمان کے لئے بس تھا مگر دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا، اپنی عظیم نعمتوں کا لالچ دلاتا ہے کہ اگر اللہ و رسول کی عظمت کے آگے تم نے کسی کا پاس نہ کیا کسی سے علاقہ نہ رکھا تو تمہیں کیا کیا فائدے حاصل ہوں گے:

(۱) اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان نقش کر دے گا جس میں ان شاء اللہ تعالیٰ حسنِ خاتمہ کی بشارتِ جلیلہ ہے کہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا۔

(2) اللہ تعالیٰ روح القدس سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

(3) تمہیں ہمیشگی کی جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

(4) تم خدا کے گروہ کہلاؤ گے، خدا والے ہو جاؤ گے۔

(5) منہ مانگی مرادیں پاؤ گے بلکہ امید و خیال و گمان سے کروڑوں درجے افزوں۔

(6) سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہوگا۔

(7) یہ کہ فرماتا ہے ”میں تم سے راضی تم مجھ سے راضی“ بندے کیلئے اس سے زائد اور کیا نعمت ہوتی کہ اس کا رب اس سے راضی ہو مگر انتہائے بندہ نوازی یہ کہ فرمایا ”اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی۔“

مسلمانو! خدا لگتی کہنا: اگر آدمی کروڑ جانیں رکھتا ہو اور وہ سب کی سب ان عظیم دولتوں پر نثار کر دے تو اللہ کہ مفت پائیں، پھر زید و غمر و سہ علاقہ تعظیم و محبت، یک لخت قطع کر دینا کتنی بڑی بات ہے؟ جس پر اللہ تعالیٰ ان بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرما رہا ہے اور اس کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۳۰/۳۰۷-۳۱۲)

(نوٹ: یہ اقتباس اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشہور رسالہ ”تمہید ایمان بآیات قرآن“ سے لیا گیا ہے، جو فتاویٰ رضویہ کی 30 ویں جلد میں موجود ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس رسالے کا مطالعہ کریں۔)

مشہور شاعر اسماعیل میرٹھی نے بھی محبت رسول ﷺ کو دین حق کی شرط اول قرار دیتے ہوئے دنیا کو یہ پیغام دیا تھا کہ:

محمد کی محبت دین حق کی شرف اول ہے اسی میں ہوا اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

نیشنل کانگریس کے مولانا حسین احمد گاندھی ٹاڈ وی عرف مدنی نے متحدہ قومیت کا پرچار کرتے ہوئے پورے ہندوستان کی حکومت ہندو کانگریس کو دینے کا مطالبہ کیا اور روزنامہ تیج ۱۰ جنوری ۱۹۳۸ء کے شمارہ میں القوم یتشکل بالوطن لا بالمدین (قوم کی تشکیل وطن سے ہوتی ہے دین سے نہیں) ”وطن پرستی“ کا نظریہ باطل پیش کیا تو آپ نے اپنی حیات کے آخری ایام حالت مرض موت میں ایک طویل مضمون لکھ کر اس کی تردید کی جس کا ماحصل یہ ہے کہ ”مسلم تو حید پرست قوم ہے وطن پرست نہیں اور قوم دین سے ہے وطن سے نہیں“ اس میں آپ نے جو اشعار کہے وہ مقبول اور زبان زدِ خاص و عام ہیں اس قطعہ کے تین اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

عجم ہنوز نہ داند رموز دین ورنہ زدیو بند حسین احمد ایں چہ بوا لعجبی ست

سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است چہ بے خبر ز مقام محمد عربی ست

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

اسی دین اسلام کی بنیاد کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عن أبي عبد الرحمن عبد الله بن عمر بن الخطاب رضي الله عنهما قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، وإقام

الصلاة، وإيتاء الزكاة، وحج البيت، وصوم رمضان۔ (رواه البخاري رقم الحديث ۸، والمسلم رقم الحديث ۱۶)

ابوعبدالرحمن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ عظیم دین پانچ ارکان پر قائم ہے: ۱۔ شہادتین یعنی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، ۲۔ نماز قائم کرنا، ۳۔ زکوٰۃ دینا، ۴۔ بیت اللہ کا حج کرنا اور ۵۔ رمضان کے روزے رکھنا۔

ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی زندگی کو اسلام کے ان پانچ ستونوں ”عقیدہ توحید و رسالت، نماز، زکوٰۃ، حج اور روزہ“ کے سانچے میں ڈھال لے۔ ان کے بغیر کوئی آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا، یہاں اسلام کے بنیادی ارکان کا بیان مقصود ہے اس لئے واجبات و مستحبات کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جس طرح عمارت کی شان و شوکت اور خوشنمائی، درود یوار کے نقش و نگار اور آرائش و زیبائش پر منحصر ہوتی ہے اسی طرح اسلام کے حسن و کمال کا انحصار بھی واجبات و مستحبات پر ہے۔

خواہ کوئی کتنا ہی نیک عمل اور بھلے اخلاق و کردار والا ہو، ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے گا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، اسلامی عمارت کی پوری بنیاد ان ہی عقیدوں پر قائم ہے، جس طرح کسی عمارت کی بنیاد بل جائے یا کمزور ہو جائے تو وہ عمارت قائم نہیں رہ سکتی، ٹھیک اسی طرح اگر اسلام کے ان عقیدوں میں کوئی شک و شبہ پیدا ہو جائے تو اسلام کی عمارت تباہ و برباد ہو جائے گی۔ ایمان کے ارکان کی تفصیل ایمان مفصل اور ایمان مجمل میں یوں مذکور ہے:

أَمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدَرِ خَيْرُهُ وَشَرُّهُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ.

میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور اس پر کہ ہر بھلائی اور برائی اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادی ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے۔

أَمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِأَسْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ وَقَبِلْتُ جَمِيعَ أَحْكَامِهِ إِفْرَازًا بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيقًا بِالْقَلْبِ ”میں ایمان لایا اللہ (عزوجل) پر جیسا کہ وہ اپنے نام اور صفات کے ساتھ ہے اور میں نے قبول کیا اس کے تمام احکام، مجھے زبان سے اس کا اقرار ہے اور دل سے یقین۔

ایمان میں حسب ذیل ۷ ارکان شامل ہیں: ۱۔ اللہ پر ایمان، ۲۔ فرشتوں پر ایمان، ۳۔ اللہ کی کتابوں پر ایمان (قرآن و دیگر صحائف آسمانی، توریت، زبور، انجیل وغیرہ) ۴۔ رسولوں پر ایمان ۵۔ قیامت پر ایمان، ۶۔ تقدیر پر ایمان ۷۔ حیات بعد الموت پر ایمان۔ ایمان مجمل میں: ۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان، ۲۔ اس کے اسماء و صفات کے ساتھ، ۳۔ تمام ارکان اسلام و احکام الہیہ کو قبول کرنا، زبان کے اقرار اور دل کی تصدیق کے ساتھ۔ ہر مسلم بچہ کو مکتب میں ہی اسلامی کلمے، ایمان مفصل اور ایمان مجمل یاد اور ذہن نشین کرایا جاتا ہے تاکہ یہ اسلامی عقیدے بچپن ہی سے دلوں میں جم جائیں، ہر مسلمان مرد و عورت ان عقیدوں پر پہاڑ کی طرح مضبوطی کے ساتھ زندگی کی آخری

سائنس تک قائم رہیں اور دنیا کی کوئی طاقت ان کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے، جن کو یہ کلمہ نہ یاد ہوں ان پر لازم ہے کہ وہ جلد سے جلد ان کلموں کو یاد کر لیں اور ان کے معنوں کو سمجھ کر سچے دل سے ان پر ایمان رکھیں اور ہر وقت ان عقیدوں کا دھیان رکھیں۔

خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے عشق و محبت، تعظیم و توقیر، صحابہ کی جاں نثاری، وارثین انبیا، صالحین امت اور مبلغین اسلام کی دعوت اسلام، تبلیغ سیرت اور بلند کردار و عمل کی وجہ سے بہت کم عرصہ میں بحیثیت دین، اسلام پورے عالم میں پھیل گیا اور بحیثیت سلطنت اسے دنیا کے بڑے حصے پر غلبہ و اقتدار حاصل ہوا اور اس کی حکمرانی قائم ہو گئی۔

### ۳۔ مضبوطی سے قائم رہنے کا آسان طریقہ:

ذکر کردہ آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ دین اسلام، حسن اعتقاد اور حسن عمل کا مجموعہ، ایک مکمل قانون زندگی اور کامل نظام حیات کا نام ہے جو خالق کائنات کی طرف سے فطرت کے ٹھوس حقائق پر مبنی، عالم گیر، بین الاقوامی، زمان و مکان اور جغرافیائی قیود و حدود سے ماورا اور غیر متبدل ہے، انسانی علوم و افکار اور مروجہ زمانہ کے تجربات اس کی کسی ایک اصل میں بھی قطع و برید نہیں کر سکتے۔

اسلام میں قیامت تک کے انسانوں کی ہدایت کی پوری صلاحیت اور ہمہ گیر ارتقائی نظام موجود ہے، اسلام کے بنیادی عقائد، تصور عبادت، اوامر و نواہی اور اسلامی نظام زندگی کا پورا ڈھانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے ساتھ دارین میں انسانی فلاح و کامرانی کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سورۃ فاتحہ میں ”صراط مستقیم“ سے اس راستہ کی نشاندہی کی ہے جو دین اسلام پر قائم رہنے کا آسان طریقہ ہے، یہ کہاوت مسلم ہے کہ ماضی، حال اور حال مستقبل کو جنم دیتا ہے، یہ سیدھا راستہ ہر دور کے لئے ہے، زمانہ جدید ارتقائی تقاضوں کے ساتھ آگے بڑھے، قوموں کی کشتی ڈوبتی اور ابھرتی رہے، آبادیوں کا نقشہ بنتا اور بگڑتا رہے لیکن صراط مستقیم ہی دین اسلام پر ہمیشہ قائم رہنے کا واحد اور آسان طریقہ ہے اور رہے گا۔

سورۃ فاتحہ کا دوسرا نام سورۃ دعا اس لئے ہے کہ رب کائنات نے اس سورہ میں اپنے بندوں کو صراط مستقیم (سیدھا راستہ) کے ہدایت کی دعا مانگنے کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ (الفاتحہ ۶، ۵)

ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ کے آغاز اور اس سے قبل کی آیتوں میں اپنی ذات و صفات، الوہیت و ربوبیت، توحید و رحمت، یوم جزا و سزا کا مالک، معبود اور حقیقی مددگار ہونے کا عقیدہ دیتے ہوئے صراط مستقیم کے ہدایت کی یہ دعا تلقین کی ہے اور دوسری آیت میں ہدایت کے ذرائع انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کو قرار دیا ہے۔

لغت میں ہدایت کے معنی دلالت اور رہنمائی کے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں

(۱) ”ارائة الطريق“ (راستہ دکھانا) (۲) ”ایصالٌ إلى المطلوب“ (منزل مقصود تک پہنچا دینا) دوسرے الفاظ میں

یوں کہئے: ”تشریعی اور تکوینی ہدایت“۔

وضاحت: تشریعی ہدایت، قانون اور شریعت سازی کے ذریعہ ہوتی ہے، جس میں انسان خود مختار اور آزاد ہے، وہ اس قانون کو مانے اور اس کی پابندی کرے تو ہدایت یافتہ ہو، ورنہ نہیں۔ دوسرا تکوینی۔ یہ عالم خلق و ایجاد سے مربوط لفظ کن کی تعبیر ہے، جس تعبیر میں کاف و نون کی بھی ضرورت نہیں۔

پہلی قسم میں انسان کو صرف منزل مقصود تک پہنچنے کا قانون ملتا ہے، راستہ طے کرنا اور منزل مقصود تک پہنچنا خود اس انسان کا کام ہوتا ہے، لیکن دوسری قسم میں انسان کو منزل مقصود تک پہنچا دیا جاتا ہے، سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۳ میں ہے:

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔

اللہ و رسول ﷺ پر ایمان، آپ ﷺ کی صحبت و محبت، قول اور تبلیغ سیرت سے صحابہ سے تابعین کی جماعت تیار ہوئی، تابعین سے تبع تابعین نے فیض حاصل کیا، اس طرح سلسلہ روحانیت اور مرتبہ احسان کی کیفیت منتقل ہوتے ہوئے موجودہ نسلوں تک پہنچی، دور حاضر میں دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنے کا آسان طریقہ یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی جو پیروی صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دور حاضر کے علماء ربانین، اولیاء اللہ اور سلف صالحین نے کی ہے اسی رحمت بھرے سیدھے راستے کو اختیار کیا جائے، اسی کو جماعت صادقین سے بھی تعبیر کیا گیا ہے، جس کے ساتھ چلنے کا اللہ نے حکم دیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝ (التوبة: ۱۱۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ (ترجمہ کنز العرفان)

مفسر قرآن شہزادہ محدث اعظم ہند شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کچھو چھو حفظہ اللہ و دامت برکاتہم اکثر اپنی مجلس وعظ و ارشاد میں اس آیت کو اپنی خطابت کا عنوان بناتے ہوئے اس کی وضاحت فرماتے رہے ہیں کہ جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے صادقین کی معیت کو ضروری کیوں کہا، سچوں کے ساتھ ہونے کا حکم کیوں دیا؟ یہ کیوں نہیں کہا کہ سچ کے ساتھ ہو جاؤ، اس کی وجہ یہ ہے کہ پتہ نہیں تم سچ کو سمجھ پاتے ہو یا نہیں یا کسی ایسی چیز کو تم سچ سمجھ لو، جو سچ نہ ہو، اس لئے فرمایا سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

دوسری جگہ منعم علیہم کی تشریح میں وضاحت الہی ہے کہ:

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۖ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝ (النساء: ۶۹)

جن لوگوں نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی نبیوں کے ساتھ اور سچے لوگوں کے ساتھ اور شہیدوں کے ساتھ، اور نیک لوگوں کے ساتھ، اور یہ بہترین ساتھی ہیں۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی وہ شدید محبت ہے جس کا اظہار انھوں نے رسول اللہ سے اس طرح کیا کہ

یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کو اپنی جان اور بال بچوں سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں، جب میں گھر میں بال بچوں کے ساتھ ہوتا ہوں اور آپ ﷺ کو یاد کرتا ہوں تو سب بال بچوں کو چھوڑ چھاڑ کر آپ ﷺ کے پاس دوڑا ہوا آتا ہوں، آپ ﷺ کو دیکھ کر تسلی ہو جاتی ہے اور دل کو قرار آ جاتا ہے، تب میں واپس جاتا ہوں وانی ذکر موتی و موتک فعرفت انک اذا دخلت الجنة رفعت مع النبیین وان دخلتہا لا اراک فانزل اللہ تعالیٰ الایۃ لیکن جب میں اپنی اور آپ ﷺ کی موت کو یاد کرتا ہوں، تو میں جان لیتا ہوں کہ جب آپ ﷺ جنت میں داخل ہوں گے تو آپ ﷺ نبیوں کے ساتھ بڑے بڑے درجات میں ہوں گے، اور اگر میں جنت میں داخل ہوا بھی، تو میں نہ آپ ﷺ کو دیکھ سکوں گا، اور نہ آپ ﷺ تک پہنچ سکوں گا تو مجھے بڑی تکلیف ہوگی اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا کہ جو اللہ اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرے گا، وہ جنت میں نبیوں کے ساتھ ہوگا، نبی کی اطاعت و فرمانبرداری اور محبت کی یہ فضیلت ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان رجلا اتی النبی ﷺ فقال متی الساعة یا رسول اللہ قال ما اعددت لہا قال ما اعددت لہا من کثیر صلوة ولا صوم ولا صدقة ولكنی احب اللہ ورسولہ قال انت مع من احببت۔ (ترمذی)

ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے لیے تم نے کیا تیاری کر رکھی ہے، اس نے جواب دیا، میں نے قیامت کے لیے زیادہ نماز، روزہ، صدقہ و خیرات کر کے تیاری تو نہیں کی ہے، لیکن اتنا ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت رکھتا ہوں، میرے پاس بس یہی محبت رسول کا سرمایہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ تم محبت رکھو گے اس کے ساتھ جنت میں جاؤ گے۔

سورہ فتح کی ۱۰/۱۱ ویں آیت کریمہ میں اللہ کا فرمان عالیشان ہے:

”إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ-يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ-فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ-وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا“ (فتح: ۸، ۹)

وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا۔ (کنز الایمان)

اسی سورہ کی ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا“ (سورہ فتح آیت ۱۸)

بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ مومنین سے راضی ہوا جب یہ لوگ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے اور جو کچھ ان کے قلوب میں تھا وہ اللہ کو معلوم تھا سو اللہ نے ان پر اطمینان نازل فرمایا اور قریبی فتح عطا فرمائی۔



موضوع سے ان آیات نے اور زیادہ قریب کر دیا کہ یہی وہ آسان راستہ ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی، رسول اکرم ﷺ سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرنا ہے جیسے کہ رسول کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور جن ہاتھوں سے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی بیعت کا شرف حاصل کیا، ان پر اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت ہے تو جس نے عہد توڑا اور بیعت کو پورا نہ کیا وہ اپنی جان کے خلاف ہی عہد توڑتا ہے کیونکہ اس عہد کے توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کیا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اسے عظیم ثواب دے گا۔ (تفسیر کبیر، الفتح، تحت الآیہ: ۱۰، ۱۰/۳، جلالین، الفتح، تحت الآیہ: ۱۰، ص ۴۲۳-۴۲۴، مدارک، الفتح، تحت الآیہ: ۱۰، ص ۱۱۴۲، ملتقطاً)

اس آیت میں جس بیعت کا ذکر کیا گیا ہے وہ ”بیعتِ رضوان“ کے نام سے مشہور ہے، ائمہ دین اور مشائخ طریقت کا اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا بیعت فرض ہے یا واجب، سنت ہے یا مستحب۔ جو افراد بیعت کو فرض کا درجہ دیتے ہیں وہ اپنے موقف کے لیے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کو دلیل بتاتے ہیں۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** ○

ترجمہ: اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور خدا تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو تا کہ تم کامیابی حاصل کرو۔ دوسری آیت میں ہے **وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ** ○ اور اس شخص کے راستے کی پیروی کرو جو میری طرف رجوع کرتا ہو۔ ان دونوں آیات میں امر کا صیغہ لایا گیا ہے صیغہ امر وجوب کے لئے آتا ہے، اس لیے بیعت فرض ہے، لیکن اکثر علماء کا کہنا ہے کہ اگر بیعت فرض ہوتی تو اس کا انکار کرنے والا کافر ہوتا، حالانکہ علماء کا اتفاق ہے کہ بیعت سے انکار کرنے والا کافر نہیں ہے۔ اسی طرح اگر امر وجوب کے لئے ہوتا تو اس کو ترک کرنے والا فاسق ہو جاتا مگر ایسا نہیں ہے۔

اکثر علماء کا موقف یہ ہے کہ بیعت سنت ہے، یہاں صیغہ امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ استحباب کے لئے ہے، احادیث مشہورہ کی روایتیں شاہد ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے دست مبارک پر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے اکثر ارکان اسلام پر استقامت کے لیے، کبھی معرکوں میں ثابت قدم رہنے کے لیے، کبھی ہجرت کے لیے تو کبھی جہاد کے لیے بیعت کیا۔ قرآن کریم میں ان بیعتوں کا تذکرہ موجود ہے، حضور اقدس ﷺ کے بعد خلفائے راشدین و ائمہ کرام و مشائخ عظام نے اس سنت کو جاری رکھا، ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بیعت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت ہے، خواہ بیعت اسلام ہو یا بیعت تقویٰ، یا بیعت توبہ، یا بیعت اعمال وغیرہ۔

زندگی کے تمام شعبوں میں نظام اسلامی کی حقیقی شکل اور روح کے ساتھ برپا کرنے، روحانی کیفیات اور حضوری قلب حاصل کرنے کے لئے اسی لئے تبلیغ سیرت رسول ﷺ کے پیکر مرشد کامل کی اتباع ضروری ہے ”مرشد“ ارشاد سے بنا ہے جس کے معنی ہیں راستہ دکھانا، راہنمائی کرنا۔ مرشد کے معنی ہیں راستہ دکھلانے والا، راہنمائی کرنے والا، دینی عرف میں مرشد اس نیک و صالح شخص کو کہا جاتا ہے جو لوگوں کو دین کا راستہ بتلاتا ہو اور صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ”مرشد“ اس شیخ کو کہتے ہیں جس نے اتباع شریعت اور احوال طریقت میں کمال پیدا کر لیا ہو جس کے کامل ارشاد و تلقین ہونے کی تصدیق و اجازت کسی شیخ کامل یا عارف باللہ سے ہو۔

شیخ یا مرشد کامل گناہوں سے بالخصوص کبائر سے پرہیز کرنا، فرائض و واجبات اور احکام شرع کا پابند ہونا، حرص دنیا کو دل میں جگہ نہ دینا، فکر آخرت کی طرف متوجہ ہونے کے ساتھ کسی شیخ کامل کی صحبت سے فیض پا کر اپنے باطن کا تزکیہ و اصلاح کرنا ضروری ہے، جس کی صحبت میں بیٹھنے والے کا دل دنیا سے بے تعلق ہو جائے اور اس کے آئینہ قلب میں اللہ تعالیٰ کا نور جلوہ گر ہو جائے۔

اسی طرح لفظ ”پیر“ فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں: بزرگ و برگزیدہ آدمی، بوڑھا شخص۔ پاکستان اور انڈیا میں پیر، خواجہ، شیخ اور مرشد کے یہ تمام الفاظ زبان زد خاص و عام ہیں۔ یہ اصطلاح ایسی شخصیت کے لیے استعمال کی جاتی ہے جس کی لوگ پیروی یا اتباع کریں، پیروی کرنے والوں کو سالک یا مرید کہا جاتا ہے۔

دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنے کا آسان طریقہ خاصان خدا کا راستہ ہے جو انعمت علیہم کے مصداق ہیں جن کے بارے میں اللہ کے حبیب ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ما انا علیہ واصحابی“ (ترمذی ۲۶۴۱) جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سید المرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بے شک میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، اور جب تم (لوگوں میں) اختلاف دیکھو تو تم پر لازم ہے کہ سواد اعظم (یعنی مسلمانوں کے بڑے گروہ) کے ساتھ ہو جاؤ۔ (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ۴/ ۳۲۷، الحدیث: ۳۹۵۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بنی اسرائیل 72 فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہوگی، ان میں سے ایک کے علاوہ سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ نجات پانے والا فرقہ کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا: ”جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔“ (ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی افتراق... الخ، ۴/ ۲۹۱-۲۹۲، الحدیث: ۲۶۵۰)

اللہ کے رسول ﷺ کے الفاظ ”ما انا علیہ واصحابی“ اور ”علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين“ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد، مسن احمد وغیرہ) پر جس جماعت کی تشکیل ہوئی ”اہل سنت و جماعت“ اسی جماعت کا نام ہے یہی جماعت سواد اعظم اہلسنت و جماعت کہلاتی ہے۔

دور حاضر میں دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنے کا پہلا مرحلہ ایسے عالم باعمل مرشد کامل کا انتخاب جس کی زندگی اسوۂ رسول ﷺ کا آئینہ ہو، مرشد برحق کے انتخاب میں ائمہ اور علمائے کرام کے بیان کردہ درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، مجدد اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس تعلق سے فرماتے ہیں:

1۔ پیر صحیح العقیدہ اہل سنت و الجماعت سے تعلق رکھتا ہو یعنی بدعقیدہ یا گمراہ نہ ہو، 2۔ پیر کا سلسلہ طریقت (شجرہ) نبی کریم ﷺ تک متصل ہو، 3۔ پیر فاسق و فاجر نہ ہو، علانیہ گناہ نہ کرتا ہو، 4۔ پیر کے لیے لازم ہے کہ عالم دین ہو یا کم از کم بنیادی مسائل سے اچھی طرح واقفیت رکھتا ہو اور اپنے عقائد دلائل کے ساتھ جانتا ہو، 5۔ پیر کو کسی ولی کامل سے خلافت اور آگے بیعت کرنے کی اجازت ہو۔

پیر کے لئے ضروری ہے کہ فرائض و واجبات کا پابند ہو، عالم دین اور عارف سلوک و معرفت ہو، متقی و پرہیزگار ہو یعنی کبیرہ گناہوں سے

محفوظ ہو اور صغیرہ گناہ اگر اتفاقاً سرزد ہو جائے تو اس پر اصرار نہ کرے، جلدی سے توبہ و رجوع الی اللہ کرے، دنیا سے زیادہ آخرت کی فکر رکھتا ہو۔ جاہل ہرگز پیر نہیں ہو سکتا، یہ بھی ضروری ہے کہ پیر، مرید ایک دوسرے کو پہچانیں، مرشد سے ملاقات اور اس کی صحبت آسان اور سہل ہو تاکہ مرشد سے دینی تعلیم و تربیت اور فیض حاصل کر سکے۔

جائز و حلال طریقہ پر جتنا چاہے دنیوی کام بے شک کرے لیکن اسکی وجہ سے اعمال صالحہ میں کوتاہی نہ کرتا ہو، دل سے ہمہ وقت متوجہ الی اللہ رہتا ہو، کسی شیخ کامل کی صحبت ادب و محبت سے تعلیم و تربیت، تزکیہ قلب اور باطنی نور حاصل کیا ہو۔ جیسے کوئی علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو علماء کی صحبت اختیار کرتا ہے۔

پیر و مرشد کا اصل منصب ہی یہ ہے کہ وہ مریدوں کی استعداد و صلاحیت کے مطابق تعلیم و تربیت کرے، ان چیزوں کا امر کرے جن کا شریعت نے حکم دیا ہے مثلاً نماز، روزہ، صبر و شکر، قناعت، توکل و تقویٰ وغیرہ اور جن امور سے قرآن و حدیث نے روکا ہے مثلاً جھوٹ، غیبت چوری وغیرہ ورنہ ”آں خوشنغم است کرار ہبری کند؟“ کہ جو خود راستہ سے بھٹکا ہوا ہو وہ کسی اور کو کیا راستہ دکھائیگا، مریدین کے مال و ملکیت میں طمع و لالچ نہ رکھتا ہو اور نہ یہ چاہے کہ کوئی میری تعریف یا تعظیم کرے، سلوک کی تکمیل صرف شیخ کامل ہی کر سکتا ہے، ناقص پیر سے طریقت کی تعلیم حاصل کرنا جائز نہیں اور نہ اس سے جس کے آباء و اجداد تو کامل و مکمل ولی تھے لیکن یہ انکی راہ پر نہیں چلا۔

دور حاضر میں دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنے کے لئے اللہ و رسول سے محبت اور عقائد حسنہ کے ساتھ نماز پجگا نہ اور فرائض شریعت کی ادائیگی لازم ہے، اس کے لئے عالم باعمل مرشد کامل کا انتخاب اور اس کی پیروی ہی آسان طریقہ ہے۔ اِنْ اُرِيدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ (ہود: 88)

گداے حبیب

غلام عبدالقادر جیلانی

۲۲/ پر جاپتی محلہ میدان گڈھی نئی دہلی ۶۸